دعوتِ دین

اہمیت اور آداب

مولانا سید احمد عروج قادریؒ

مرتب

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

ترتیب

پیش لفظ ۵
۱۔غیر مسلموں میں دعوتِ دین کی اہمیت ۷
فریضۂ رسالت ۷
انبیاء کرام کا ابتدائی خطاب اور آغاز دعوت ۸
آغاز دعوت ہمیشہ یکساں رہا ۱۲
سیدنا محمد ﷺ کی جدوجہد کا اولین مرحلہ ۱۴
دعوت الی اللہ ۱۷
کیا بات سامنے آئی؟ ۱۹
۲۔غیر مسلم معاشرے میں مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں ۲۰
دین اسلام کیا ہے؟ ۲۰
توحید ۲۱
رسالت ۲۲
آخرت ۲۳
اسلامی معاشرے کی پانچ بنیادیں ۲۴
پہلی بنیاد: وحدت الٰہ ۲۵
دوسری بنیاد: وحدت آدم ۲۵
تیسری بنیاد: عورت کی صحیح حیثیت ۲۶
چوتھی بنیاد: صلہ رحمی ۲۶
پانچویں بنیاد: اللہ کی نگرانی کا استحضار ۲۶
اسلامی معاشرے کی خصوصیات و امتیازات ۲۷
عورتوں کا درجہ اور ان کا مقام ۲۹
عورتوں کا دائرہ کار ۳۰
مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں ۳۰

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ۳۴
۴۔انبیائی دعوت کا ایک اسلوب ۴۳
۵۔موجودہ زمانے میں دعوت اسلامی کا طریقہ کیا ہو؟ ۴۹
۶۔داعیانِ حق پر اتہامات والزامات ۵۶
۱۔اتہام شعر ۶۲
۲۔کہانت ۶۳
۳۔اساطیر الاولین ۶۴
۴۔افتراء ۶۵
۵۔سحر وساحری ۶۵
۶۔ضلالت ۶۹
۷۔سفاہت ۷۰
۸۔جنون ۷۲
۹۔اتہام بددینی ۷۳
۱۰۔طلب ملک ودولت کا الزام ۷۸
داعیانِ حق کا رویہ ۸۰
۷۔دعوتِ حق کی مخالفت ۸۳
۸۔مخالفتوں کے ہجوم میں انبیائے کرام کا اسوہ ۸۸
۹۔اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کے بنیادی اصول ۱۰۰
سورۂ النحل آیت ۹۰ کی جامعیت ۱۰۱
اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے بنیادی اصول ۱۰۳
پہلا بنیادی اصول۔عدل ۱۰۴
دوسرا بنیادی اصول۔احسان ۱۰۷
تیسرا بنیادی اصول۔صلۂ رحمی ۱۰۸
وہ چیزیں جن سے اسلامی معاشرہ کو پاک ہونا چاہیے ۱۱۰
اول: فحشاء ۱۱۰
دوم: منکر ۱۱۰
سوم: بغی ۱۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ کے بندوں کو اس کے دین کی طرف بلانا، انھیں نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا امتِ مسلمہ کا فریضۂ منصبی ہے۔ دعوت الی اللہ، تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادتِ حق اس کی مختلف تعبیریں ہیں۔ یہ درحقیقت انبیائی مشن ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبروں نے یہ ذمے داری انجام دی ہے اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ فریضہ آپ کی امت پر عائد ہوتا ہے۔

دعوت کے موضوع پر اردو زبان میں قابل قدر لٹریچر موجود ہے۔ اس میں طبع زاد کتابیں بھی ہیں اور عربی زبان سے ترجمہ شدہ بھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم اس موضوع پر ایک معتبر عالمِ دین کی منتخب تحریروں کا مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

مولانا سید احمد عروج قادری (۱۹۱۳-۱۹۸۶ء) نے ماہ نامہ زندگی رام پور کی ادارت کے زمانے میں اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر بڑے قیمتی مقالات لکھے تھے۔ زیر نظر مجموعہ میں شامل مقالات سے دعوتِ اسلامی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ابتدائی دو مقالات میں دعوتِ دین کی اہمیت اور انبیائے کرام کے طریقۂ دعوت سے بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ پیش کیا گیا ہے۔ ایک مقالہ اس موضوع پر ہے کہ دعوت کی ذمہ داری صرف مسلمان مردوں پر نہیں عائد ہوتی ہے، بلکہ مسلمان خواتین بھی اس میں برابر کی شریک ہیں۔ اس ضمن میں اسلامی معاشرہ کی اساسیات اور خصوصیات بیان کرنے کے ساتھ مسلمان خواتین کی ذمہ داریوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مقالہ اس سوال کا جواب فراہم کرتا ہے کہ موجودہ زمانے میں دعوتِ اسلامی کا طریقہ کیا ہو؟ راہِ دعوت میں کام کرنے والوں کو

اتّہامات والزامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کی مخالفت ہوتی ہے اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ بعض مقالات میں واضح کیا گیا ہے کہ ان حالات میں داعیانِ کرام کو کیا کرنا چاہیے اور انبیائے کرام کا اسوہ اس معاملے میں کیا رہ نمائی فراہم کرتا ہے؟ آخری مقالے میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اس کے لیے کن کاموں کی انجام دہی اور کن چیزوں سے اجتناب ضروری ہے؟

ان مقالات میں دعوت سے متعلق جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے وہ راہِ دعوت میں کام کرنے والوں کے لیے بڑے اہم ہیں۔ ان سے ان شاء اللہ مفید معلومات حاصل ہوں گی اور ان کی راہ کے نقوش روشن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف مرحوم کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے اور مرتب کو اجر سے نوازے۔ آمین۔

محمد رضی الاسلام ندوی
سکریٹری تصنیفی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند

غیر مسلموں میں دعوتِ دین کی اہمیت

فریضۂ رسالت

جب انسانوں سے آباد کوئی گاؤں، کوئی بستی، کوئی شہر، کوئی علاقہ خدا کو بھول جاتا تھا، جب کوئی قوم اپنے خالق اور اپنے حقیقی مالک سے منہ پھیر لیتی تھی، جب انسانوں کا کوئی گروہ خدا کی ذات میں، اس کی صفات میں اور اس کے حقوق واختیارات میں دوسروں کو شریک بنالیتا تھا، جب خدا سے غفلت اس سے بغاوت وسرکشی تک پہنچ جاتی تھی، جب کوئی قوم دنیا کی محبت میں مست ہوکر، خواہشات نفس پوری کرنے میں غرق ہوجاتی تھی، جب انسانوں کی کوئی بھیڑ اپنی انسانیت فراموش کرکے جانوروں کا ریوڑ بن جاتی تھی، جب بے حیائی، بدکرداری، کم زوروں کی حق تلفی، ظلم اور سنگ دلی کسی علاقے میں عام ہوجاتی تھی، جب انسانوں کا کوئی طاقت ور جتھا، دوسرے کم زور انسانوں کا خدا بن جاتا تھا، جب عزت ووقار اور شرافت کا معیار، دولت اور قوت بن جاتی تھی، جب شرک، کفر اور گناہ کی تاریکیاں کسی انسانی معاشرے پر چھا جاتی تھیں، جب انسانیت جبر وظلم کے شکنجے میں کسی ہوئی الاماں الاماں پکارنے لگتی تھی اور جب انسانی روح کی تشنگی اپنی آخری حد کو چھولیتی تھی تو اس گاؤں میں، اس بستی میں، اس شہر میں اور اس علاقے میں نبوت و رسالت کا آفتاب طلوع ہوتا اور وحی الٰہی کی بارش برسنے لگتی تھی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنا کوئی نبی ورسول مبعوث فرماتا تھا کہ وہ باغی وسرکش بندوں کو راہ راست پر لائے، ان تک پیغامِ حق پہنچائے اور ان کی اصلاح کرے۔

انبیاءِ کرامؑ کا ابتدائی خطاب اور آغاز دعوت

نافرمان بندوں کی ہمہ جہتی اصلاح اور ان کی زندگیوں میں کلی انقلاب کے لیے انبیاءِ کرام اللہ کی ہدایت کے تحت جو سب سے پہلا کام کرتے تھے وہ یہ ہوتا تھا اور یہی ہوسکتا تھا کہ انھیں بندگیِ رب کی دعوت دیں اور بتائیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ بلا استثناء تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ابتدائی خطاب اور ان کی دعوت کا آغاز یہی تھا، کیوں کہ تمام خرابیوں کی جڑ شرک و کفر ہے اور تمام اچھائیوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ توحید اور ایمان باللہ ہے۔ تمام اسلامی عقیدے اسی سرچشمے سے پھوٹتے اور تمام نیکیاں اسی سے ابلتی ہیں۔ آپ دنیا کے اصل بگاڑ کا جائزہ لیں تو پائیں گے کہ خدا کے بارے میں کوئی غلط تصور اور کوئی غلط خیال اس کی جڑ ہے۔ کوئی شخص یا کوئی گروہ خدا کا انکار کرے یا اس کی ذات وصفات کے بارے میں کوئی غلط تصور جمالے، نتیجے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ جب تک وہ غلط تصور اور غلط خیال دل و دماغ سے نوچ کر پھینک نہ دیا جائے، کوئی انسان نہ توحید کی حقیقت پاسکتا اور نہ اپنی خواہشات نفس کے منھ میں تقوے کی لگام ڈال سکتا ہے۔ عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت کی صحت بھی عقیدۂ توحید کی صحت پر موقوف ہے۔ اگر عقیدۂ توحید میں کوئی خلل ہو تو لازماً اس کا اثر عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت پر بھی پڑے گا۔ اس کی عبرت ناک مثال یہود و نصاریٰ ہیں۔ جب تک توحید صحیح نہ ہو اور اس پر مخلصانہ ایمان کی دولت نصیب نہ ہو، نہ دنیا سے بگاڑ کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور نہ انسانوں کی ہمہ جہتی اصلاح ممکن ہے۔

انبیاء کرام نذیر و بشیر بنا کر بھیجے جاتے تھے، تاکہ وہ خدا کے باغیوں کو ان کے انجام بد سے خبردار کردیں اور خدا کے وفاداروں کو اس کی رحمت و خوش نودی کی خوش خبری سنادیں۔ ان کے ابتدائی خطاب اور آغاز دعوت کی پہلی مفصل سرگزشت حضرت نوح علیہ السلام کی تاریخ میں ملتی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (الاعراف:۵۹)

''بے شک ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف، پس اس نے کہا: اے میری قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمھارا معبود اس کے سوا، میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا۔'' (ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ)

شاہ عبدالقادرؒ نے الاعراف کی آیت میں الٰہ کا ترجمہ 'معبود' کیا ہے اور المومنون کی آیت میں اس کا ترجمہ 'حاکم' کیا ہے۔ اللہ کے سوا نہ کوئی حقیقی معبود ہے اور نہ کوئی حقیقی حاکم، جب تک انسان صرف اللہ کو واحد معبود اور واحد حاکم تسلیم نہ کر لے، ایمان باللہ کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وہ تہلکہ خیز اور زلزلہ انداز اعلان ہے، جس نے ہمیشہ شرک و کفر کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے اور ان بنیادوں پر اٹھائی ہوئی عمارت زمیں بوس ہوگئی ہے۔

تیسری جگہ فرمایا گیا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝

(ہود: ۲۵، ۲۶)

''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا (اس نے کہا) میں تم لوگوں کو صاف صاف خبر دار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ایک دردناک عذاب آئے گا۔''

چوتھی جگہ ارشاد ہوا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۙ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (نوح: ۱-۴)

''ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبر دار کر دے، قبل اس کے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آئے۔ اس نے کہا:

اے میری قوم کے لوگو! میں تمھارے لیے ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا (پیغمبر) ہوں۔ (تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تمھارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمھیں ایک وقت مقرر تک باقی رکھے گا۔"

پانچویں مقام پر کہا گیا:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللهَ وَأَطِيْعُونِ ۝ وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللهَ وَأَطِيْعُونِ ۝ (الشعراء:۱۰۵-۱۱۰)

"قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب کہ ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا تھا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر تو رب العٰلمین کے ذمے ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور (بے کھٹکے) میری اطاعت کرو۔"

ابتدائی خطاب کی ان باتوں میں کفر وشرک اور اللہ سے بغاوت کے برے انجام سے ڈرایا اور خوف دلایا گیا ہے۔ اس کی حکمت کے بارے میں ایک مفسر لکھتے ہیں:

"دعوت کے آغاز میں خوف دلانے کی حکمت یہ ہے کہ جب تک کسی شخص یا گروہ کو اس کے غلط رویے کی بدانجامی کا خطرہ نہ محسوس کرایا جائے، وہ صحیح بات اور اس کے دلائل کی طرف توجہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ راہِ راست کی تلاش آدمی کے دل میں پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب اس کو یہ فکر دامن گیر ہو جاتی ہے کہ کہیں میں ٹیڑھے راستے پر تو نہیں جا رہا ہوں جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔" (تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۵۱۰)

انذار یعنی ڈراوا سنانے کے علاوہ آغازِ دعوت میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود اور کوئی حاکم نہیں ہے۔ (۲) میری اطاعت کرو۔ (۳) میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ (۴) میں اس کام پر تم سے اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر اللہ رب العٰلمین کے ذمے ہے۔

آغاز دعوت میں قوم نوح سے جو مطالبہ کیا گیا وہ صرف یہ تھا کہ اللہ کی کامل بندگی کرو اور جو رسول تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں ان کی اطاعت کرو۔ تیسری اور چوتھی بات اس دعوت کے حق ہونے کی دلیل کے طور پر کہی گئی ہے۔ قوم نوح کو ڈرا وا سنانے کے ساتھ ساتھ یہ بشارت بھی سنائی گئی ہے کہ اگر وہ اس دعوت حق کو قبول کر لے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور آنے والا عذاب ٹل جائے گا۔ انذار کے ساتھ تبشیر ایک لازمی جزو کے طور پر لگی ہوئی ہے۔

اپنی دعوت کا آغاز کرتے ہوئے حضرت نوحؑ نے اس کے صحیح اور برحق ہونے کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ ''میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔'' اس کی تشریح تفہیم القرآن میں یہ ہے:

> ''اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ میں اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر یا کم و بیش کر کے بیان نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتا ہے وہی بے کم و کاست تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ اور دوسرا مفہوم ہے کہ میں ایک ایسا رسول ہوں جسے تم پہلے سے ایک امین اور راست باز آدمی کی حیثیت سے جانتے ہو۔ جب میں خلق کے معاملے میں خیانت کرنے والا نہیں ہوں تو خالق کے معاملے میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں؟! لہٰذا تمھیں باور کرنا چاہیے کہ جو کچھ میں خدا کی طرف سے پیش کر رہا ہوں اس میں بھی ویسا ہی امین ہوں جیسا دنیا کے معاملات میں آج تک تم نے مجھے امین پایا ہے۔''
>
> (جلد ۳، ص ۵۱۱)

دوسری دلیل حضرت نوحؑ نے یہ دی تھی کہ ''میں اس پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔'' اس دلیل کی تشریح تفہیم القرآن میں یہ ہے:

> ''دوسری دلیل ہے کہ میں ایک بے غرض آدمی ہوں۔ تم کسی ایسے ذاتی فائدے کی نشان دہی نہیں کر سکتے جو اس کام سے مجھے حاصل ہو رہا ہو، یا جس کے حصول کی میں کوشش کر رہا ہوں۔ اس بے غرضانہ طریقہ سے کسی ذاتی فائدے کے بغیر جب میں اس دعوت حق کے کام میں شب و روز اپنی جان کھپا رہا ہوں، اپنے اوقات اور اپنی محنتیں صرف کر رہا ہوں اور ہر طرح کی تکلیفیں اٹھا رہا ہوں تو تمھیں باور کرنا چاہیے کہ میں اس کام میں مخلص ہوں۔ ایمان داری کے ساتھ جس چیز کو حق جانتا ہوں اور جس کی پیروی میں خلق خدا کی فلاح دیکھتا ہوں وہی پیش کر رہا ہوں۔ کوئی نفسانی جذبہ اس کا

محرک نہیں ہے کہ اس کی خاطر میں جھوٹ گھڑ کر لوگوں کو دھوکا دوں۔ یہ دونوں دلیلیں ان اہم دلائل میں سے ہیں جو قرآن مجید نے بار بار انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے ثبوت میں پیش کی ہیں اور جن کو وہ نبوت کے پرکھنے کی کسوٹی قرار دیتا ہے۔"

(ج ۳، ص ۵۱۱)

اب یہ بھی دیکھ لیجیے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو بندگیِ رب اور اپنی اطاعت کی دعوت کتنی مدت تک دیتے رہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

(العنکبوت: ۱۴)

"ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور پچاس کم ایک ہزار برس ان کے درمیان رہا۔ آخر کار ان لوگوں کو طوفان نے آ گھیرا۔ اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنے حاشیۂ قرآن میں لکھا ہے:

"ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا۔ طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔"

دعوت و تبلیغ کی پوری مدت میں انھوں نے جن مصائب و شدائد کے درمیان زندگی بسر کی، اس کو قرآن نے 'کربِ عظیم' کہا ہے۔

آغازِ دعوت ہمیشہ یکساں رہا

اس کے بعد قرآن کا مطالعہ کر کے دیکھیے کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں سال کی طویل مدت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ابتدائی خطاب اور ان کی دعوت کے نقطۂ آغاز میں کوئی فرق واقع ہوا یا نہیں؟ کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بگڑی ہوئی قوم بنی اسرائیل کی اصلاح

کے لیے اسے جو دعوت دی وہ بھی وہی تھی جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی مشرک و کافر قوم کو دی تھی:

وَ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوۡنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۝

(آل عمران: ۵۰، ۵۱)

''دیکھو، میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اور یہی بات وہ خدا کے روبرو قیامت کی عدالت میں عرض کریں گے:

مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِیۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبَّكُمۡ ۚ وَ كُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِیۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَ اَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ شَهِيۡدٌ ۝

(المائدۃ: ۱۱۷)

''میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔''

انبیاءِ کرام نے اپنی قوموں کو اچھے اعمال کی نصیحت بھی کی اور انھیں برے اعمال سے روکا بھی، لیکن جن قوموں نے ان کی اصل دعوت کو بہرے کانوں سے سنا تھا، وہ ان کی ان نصیحتوں پر کیا کان دھرتے۔ جس طرح انھوں نے ان کی اصل دعوت کا انکار کیا اسی طرح ان کی عملی نصیحتوں کا بھی مذاق اڑایا اور آخر کار تباہ و برباد ہوئے۔ جو لوگ دنیا کے آرام اور یہاں کی لذتوں کے عاشق ہوتے ہیں وہ صرف انھی باتوں پر کان دھرتے ہیں جن سے ان کا یہ مقصد حاصل ہو رہا ہو یا اس کے حاصل ہونے کی توقع ہو۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کا اولین مرحلہ

پھر جب اللہ رب العلمین نے تمام جن وانس کی ہدایت کے لیے اپنا آخری نبی ورسول مبعوث فرمایا، اپنی آخری کتاب نازل کی اور ایک ایسی مکمل شریعت عطا فرمائی، جس میں قیامت تک کسی ترمیم وتنسیخ کی ضرورت پیش نہ آئے تو آخری رسول کا ابتدائی خطاب اوران کی دعوت کا نقطۂ آغاز بھی وہی رہا جو حضرت نوحؑ کی دعوت کا نقطۂ آغاز تھا۔ فرق صرف یہ ہوا کہ پہلے یَا قَوْمِ (اے میری قوم!) سے خطاب شروع ہوتا تھا اور اب یَآاَیُّھَا النَّاسُ (اے دنیا جہان کے لوگو!) سے خطاب شروع ہوا۔

قُلْ یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ o (الاعراف:۱۵۸)

”اے محمد! کہو، اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے۔“

اس آیت میں جس اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے وہ آسمانوں کا بادشاہ بھی ہے اور زمین کا بادشاہ بھی۔ اللہ کی بادشاہی اور اس کی حاکمیت وہ حقیقت ہے کہ اس کو تسلیم کیے بغیر عقیدۂ توحید کا وجود ہی ممکن نہیں ہے۔ حاکمیتِ الٰہ کا عقیدہ سیاست نہیں، بلکہ عین توحید ہے۔ پھر پورے قرآن کا مطالعہ کر کے دیکھیے کہ اللہ کی بادشاہی، اس کی حاکمیت اور اس کی مالکیت کی حقیقت کو کتنی بار دہرایا گیا ہے اور اسے کس قدر نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تسلیم کیے بغیر اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے بغیر نہ کبھی کسی کو ہدایت ملی ہے اور نہ آئندہ ملے گی

اور یہی وجہ ہے کہ آغازِ دعوت ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسولؐ سے اس حقیقت کا اعلان کرایا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝
(الحج:۱)

''لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہول ناک) چیز ہے۔''

تیسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝
(الحج:۴۹-۵۱)

''اے محمدؐ! کہہ دو کہ لوگو! میں تمھارے لیے صرف وہ شخص ہوں جو (براوقت آنے سے پہلے) صاف صاف خبردار کردینے والا ہو۔ پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں۔''

چوتھی جگہ کہا گیا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ (الحج:۷۳، ۷۴)

''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز

چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کم زور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کم زور۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی، جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔"

پانچویں جگہ فرمایا:

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (ہود:۱-۴)

"ا ل ر۔ فرمان ہے، جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ اس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت تک تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا اور صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔ لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمھارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی اور وہاں سے لوگوں کو دین کی دعوت دی گئی تو وہ یہی تھی کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(البقرۃ:۲۱، ۲۲)

''لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمھارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں، سب کا خالق ہے۔ تمھارے بچنے کی توقع اس صورت سے ہو سکتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمھارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدِمقابل نہ ٹھیراؤ۔''

تمام نوعِ انسانی کے سامنے یہ وہ اصل بات پیش کی گئی جس کی طرف بلانے کے لیے قرآن مجید آیا ہے۔

دعوت الی اللہ

اگر پورے دین کی طرف دعوت کا تعارف ایک جملے میں کرانا ہو تو اس کے لیے قرآن مجید میں دعوت الی اللہ (اللہ کی طرف دعوت) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ ہی پورے دین کا مرکزی نکتہ ہے۔ سورۂ یوسف میں ارشاد ہوا ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (یوسف:۱۰۸)

''تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (القصص:۸۷،۸۸)

''اور ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ اللہ کی آیات جب تم پر نازل ہوں تو کفّار تمھیں ان سے باز رکھیں۔ اپنے رب کی طرف دعوت دو اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو، اور اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک

ہونے والی ہے سوائے اس ذات کے۔ فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔''

تیسری جگہ کہا گیا:

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ (الرعد:۳۶)

''تم صاف کہہ دو کہ مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھیراؤں۔ لہٰذا میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔''

چوتھی جگہ ارشاد ہوا:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (حٰم السجدہ:۳۳)

''اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی، جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔''

پانچویں جگہ اللہ کی طرف دوڑنے اور بھاگنے کی دعوت دی گئی ہے۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الذاریٰت:۵۰،۵۱)

''پس دوڑو اللہ کی طرف، میں تمھارے لیے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کسی کو دوسرا معبود۔ میں تمھارے لیے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔''

اس میں دوسری آیت صاف بتا رہی ہے کہ پہلی آیت میں توحید کی دعوت دی گئی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اے شرک میں مبتلا بندو! شرک سے پاک صاف ہو کر اللہ کی طرف دوڑو اور صرف اسی کی چوکھٹ پر اپنے سر جھکا دو۔

کیا بات سامنے آئی؟

اس تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اقامت دین کے جس مشن پر بھیجتا رہا اس کا اولین مرحلہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے مشرک بندوں تک توحید کا پیغام پہنچائیں اور انھیں شرک، کفر اور معصیت کے انجام بد سے خبردار کریں، کیوں کہ جب تک اللہ کے بندے صرف اللہ ہی کو اپنا معبود، مالک اور حاکم تسلیم نہ کرلیں اور اپنی پوری زندگی اس کی بندگی کے حوالے نہ کردیں، پورے دین کا قیام اور ادیان باطلہ پر اس کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔

یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ نبیوں اور رسولوں نے دعوت وتبلیغ کا یہ اولین فریضہ پوری طرح انجام دیا اور وہ اس ذمہ داری کو زندگی کے آخری لمحے تک ادا کرتے رہے، خواہ کسی نے ان کی دعوت حق قبول کی ہو یا نہ کی ہو۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو برس تک اپنی مشرک قوم کو پکارتے رہے۔ خلوت میں، جلوت میں، علانیہ، مخفی طور پر، سمجھا کر، ڈرا کر، ترغیب دے کر، ہر طرح انھیں اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ لیکن صدیوں کی اس طویل مدت میں محض تھوڑے سے لوگ ایمان لائے، جیسا کہ قرآن نے خود کہا ہے: وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ (ہود: ۴۰) ''اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوح کے ساتھ ایمان لائے تھے۔'' اور حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت پر تو اتنے لوگ بھی ایمان نہیں لائے جتنے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر لائے تھے، بلکہ سورۂ ذاریات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام جس علاقے میں بھیجے گئے تھے اس میں بجز ان کے گھر والوں کے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا اور گھر والوں میں بھی خود ان کی بیوی ایمان نہ لائی۔

اس سے پوری طرح یہ بات واضح ہوئی کہ شرک و کفر میں مبتلا انسانوں تک توحید و ایمان کا پیغام پہنچانا اور انھیں اللہ کی طرف بلانا انبیاء کرام کا وہ فریضہ ہے جسے ہر حال میں انھوں نے انجام دیا ہے۔ غیر مسلموں میں دعوت دین کی اہمیت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔

(ماہ نامہ زندگی، رام پور، جولائی ۱۹۷۷)

غیر مسلم معاشرے میں مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

مسلمان عورتوں کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے عہد حاضر میں مسلم معاشرے اور غیر مسلم معاشرے کے درمیان زیادہ فرق باقی نہیں رہا ہے، کیوں کہ مسلم معاشرہ بھی طرح طرح کی خرابیوں کا شکار ہو گیا ہے۔ غیر مسلم معاشرے میں مسلمان خواتین کی اصلی اور حقیقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اسلام اور اسلامی معاشرے کی نمایندگی کریں، اپنے قول سے بھی اور عمل سے بھی۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان خواتین اسلام اور اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ہمارا یہ مقالہ چند نکات پر مشتمل ہوگا۔

(۱) اسلام کیا ہے؟ (۲) اسلامی معاشرے کی بنیادیں کیا ہیں؟ (۳) اسلامی معاشرے کی خصوصیات و امتیازات کیا ہیں؟ (۴) اسلامی معاشرے میں عورتوں کا مقام کیا ہے؟ (۵) عورتوں کا دائرۂ کار کیا ہے؟ (۶) ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

(۱) دین اسلام کیا ہے؟

ابتدا ہی میں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ پہلی بات یہ کہ دین اسلام کو جاننے کا اصل اور صحیح ترین ماخذ کتاب وسنت ہے۔ قرآن کریم اور صحیح احادیث ہی سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ دوسری بات یہ کہ قرآن کی آیتوں اور صحیح احادیث میں جو حقیقتیں بیان کی گئی

ہیں اور جو احکام دیے گئے ہیں ان کی وہی تعبیر وتشریح صحیح اور مستند ہے جو خود نبی ﷺ، ان کے مقدس ساتھیوں اور ائمہ دین نے اپنے قول وعمل سے پیش کی ہے اور جس پر چودہ سو سال سے اہل حق کا اتفاق چلا آرہا ہے۔

قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور اسوۂ نبویؐ سے بغیر کسی شک کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام ایک ایسے نظام اطاعت کا نام ہے جو انسانی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور جس کے دائرے سے حیات انسانی کا کوئی شعبہ باہر نہیں ہے۔ اس نظم اطاعت کی سر بفلک عمارت جن بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہے انھیں ہم عقائد کہتے ہیں۔ یہ بنیادیں جتنی گہری اور مضبوط ہوں گی۔ عمارت اتنی ہی مضبوط و مستحکم، وسیع اور عالی شان ہوگی اور جتنی سطحی اور کم زور ہوگی اتنی ہی بودی، تنگ اور بے رونق ہوگی۔ دین اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں ـــــ توحید، رسالت اور آخرت ـــــ یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان۔

توحید

توحید یہ ہے کہ ہمیں اس حقیقت پر کامل یقین اور اطمینان حاصل ہو کہ صرف اللہ ہی اس پوری کائنات کا خالق، مالک، رب، معبود اور حاکم ہے۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ کوئی اس کا مثل اور ہم سر نہیں ہے۔ اس کائنات کی ہر شے اپنے وجود اور بقا میں اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، بلکہ تنہا اس کی ذات غنی اور بے نیاز ہے۔ وہ ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے اور ہر چیز کی حیات وموت اور بناؤ بگاڑ صرف اسی کے دست قدرت میں ہے۔ پرستش کا مستحق صرف وہی ہے، کوئی دوسرا پرستش کے لائق نہیں۔ اطاعت کے لائق صرف وہی ہے، کسی دوسرے کی اطاعت اور فرماں برداری اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ ہر اطاعت اس کی اطاعت کی تابع ہے۔ وہ مالک ہے اور سب اس کے غلام اور اس کی رعیت ہیں۔ وہ بادشاہ ہے اور صرف اسی کا حکم اور فرمان لائق تعمیل ہے۔ اس کے اذن کے بغیر ہر حکم اور ہر فرمان باطل اور مردود ہے۔ وہ علیم ہے اور اس کا علم پوری کائنات پر محیط ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے دائرۂ علم کے اندر ہے۔ اس کے علم تک کسی کی رسائی نہیں الّا یہ کہ وہ خود

کسی کو کچھ بتائے اور سکھائے۔ وہ انسان کا خالق ہے اور اسی کو حق ہے کہ اپنی تخلیق کا مقصد بتائے، مخلوق کو اس کا حق نہیں کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد خود متعین کرے۔ وہ رحمٰن ورحیم، حکیم اور عادل ہے۔ یہ کائنات اس کی رحمت، حکمت اور عدل کی جلوہ گاہ ہے۔ وہ ہادی ہے اور اس کی ہدایت اس رحمت، حکمت اور عدل سے ہم رشتہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء حسنیٰ (بہترین نام) گنائے گئے ہیں۔ ان میں کا ہر نام اس کی کسی ایک صفت کا اظہار کرتا ہے۔ جب تک اللہ پر ان تمام صفات کے ساتھ ایمان نہ لایا جائے جن کا ذکر قرآن اور احادیث میں ہے، توحید مکمل نہیں ہوتی۔ توحید کے مدعی اہل کتاب بھی ہیں، آریہ سماجی بھی اور کچھ دوسرے فرقے بھی۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کی توحید، شرک کے ساتھ مخلوط ہے اور ان میں کا کوئی بھی حقیقی معنی میں موحد نہیں ہے۔ قرآن کریم میں مشرکوں اور اہل کتاب دونوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام:۹۱)

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی، جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے۔''

توحید تمام عقائد واعمال کی اصل ہے اس لیے جب تک اس کی تکمیل نہ ہو، ایمان باللہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص فی الواقع موحد ہو تو اس کے لیے رسالت اور آخرت پر ایمان لانا دشوار نہ رہے، اس لیے کہ یہ دونوں عقیدے عقیدۂ توحید ہی کا تقاضا اور اس کی فرع ہیں۔

رسالت

رسالت اللہ کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچا دینے کا ایک عظیم منصب ہے۔ یہ منصب اللہ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو عطا فرمایا جو اللہ کے علم میں اس کے اہل تھے۔ رسالت اور نبوت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو عبادت، ریاضت، مراقبہ، دھیان گیان یا کسی اور تدبیر سے حاصل ہو سکتی ہو۔ قرآن کریم میں اس حقیقت کو متعدد مقامات پر، مختلف اسلوب سے واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (الانعام:۱۲۴)

''اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغام بری کا منصب کس کو عطا کرے۔''

رسالت اللہ تعالیٰ کی رحمت، حکمت اور عدل کا لازمی تقاضا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی رحمت، انسان کی مادی زندگی کے لیے تو تمام انتظامات فرمائے، لیکن اس کی روحانی زندگی کے لیے کوئی انتظام نہ کرے؟ یہ کون باور کرسکتا ہے کہ کوئی عادل اور انصاف پرور بادشاہ اپنی رعیت کو جرائم سے تو بالکل آگاہ نہ کرے اور پھر انھیں کسی جرم میں پکڑے؟ یہ بات کسی معمولی حاکم سے بھی متوقع نہیں ہے، سب سے بڑے حاکم سے کس طرح متوقع ہوگی۔ رسالت کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ نے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ اپنی مرضیات و نامرضیات کی پوری تفصیل بتادی ہے اور اس کے نازل کردہ قوانین ہی جزا وسزا کے معیار ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے سب سے پہلے نبی تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں اور قرآن حکیم اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اب نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ کوئی کتاب نازل ہونے والی ہے۔ قرآن ہی کے مجموعۂ احکام وشرائع کا نام دین اسلام ہے۔ دنیا کے آخری نبی نے اپنے قول و عمل سے اس مجموعہ کی پوری طرح توضیح وتشریح کردی ہے اور ان کی سنت دین کا دوسرا ماخذ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری نبی و رسول کی سیرت کو تا قیامت مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

آخرت

آخرت امتحان و آزمائش کے پیریڈ کے اختتام اور ایک نئے ابدی اور لازوال پیریڈ کے افتتاح کا نام ہے۔ وہ انسانی زندگی کا آخری انجام ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ کے لیے نہیں بنائی گئی ہے، بلکہ یہ سارا ہنگامۂ وجود انسان کی آزمائش کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ یہ ایک عارضی دَور ہے۔ جب یہ دور پورا ہوجائے گا تو اسے توڑ پھوڑ دیا جائے گا اور قیامت کا ہولناک دن آجائے گا۔ میدانِ حشر میں تمام انسان اپنی اسی روح اور جسم کے ساتھ، جو وہ دنیا میں رکھتے تھے، خدا کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور ان سب کی زندگی کا محاسبہ ہوگا۔ اس آخری محاسبے کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار انسان کے اپنے عقیدہ وعمل پر ہوگا۔ وہاں نجات نہ خریدی جاسکے گی اور نہ کسی ایسی شفاعت کا تصور کیا جاسکتا ہے جس کے زور سے نجات حاصل کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ

تمام فیصلے انسانوں کے عقیدہ وعمل کی بنا پر کرے گا۔ شفاعت کی حیثیت، شفاعت کرنے والے کی عزت افزائی کے سوا اور کچھ نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ہر شفاعت اللہ کے اذن پر موقوف ہوگی، بلا اذن کسی کو لب کھولنے کی مجال بھی نہ ہوگی۔ اسی آخری محاسبے کے بعد جنتی جنت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں جائیں گے اور آخرت کا وہ دَور شروع ہوگا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ قرآن اور صحیح احادیث نے ہمیں آخرت کے جس عقیدے کی تعلیم دی ہے اس سے تناسخ کی بھی نفی ہوتی ہے اور اہل کتاب کے تصور کی تردید بھی۔

توحید، رسالت اور آخرت کی یہ انتہائی مختصر تشریح بھی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ اسلام محدود معنی میں کوئی مذہب نہیں ہے، بلکہ زندگی کا ایک جامع دستور اور مکمل نظام ہے۔ یہ ایک انقلابی تحریک ہے، جو حیات انسانی کی اس نقشے پر تعمیر کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور اس نظام کی خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نظام سرمایہ داری اور نظام اشتراکیت کی افراط و تفریط نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ ایک نہایت مکمل اور معتدل اجتماعی نظام ہے۔ یہ فرد اور اجتماع دونوں ہی کا حق پہچانتا ہے اور دونوں کو اپنی حد کے اندر رکھتا ہے۔ یہ جسم و روح دونوں ہی کے مطالبات کا تسلی بخش جواب ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی اور سرخ روئی تمام تر صرف اسی دین سے وابستہ ہے۔ دین اسلام کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے، اس کو پھیلانے اور قائم کرنے کی جدوجہد کا محرک اور مقصد اصلی یہی ہے کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی سرخ روئی حاصل ہو۔

(۲) اسلامی معاشرے کی پانچ بنیادیں

اوپر اسلام کے تین بنیادی عقائد کی جو مختصر تشریح کی گئی ہے اسی پر حیات انسانی کی پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی مسئلہ، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسلامی عقائد سے بے تعلق نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ ان عقائد کو سمجھے بغیر اور ان کو دل سے مانے بغیر کسی مسئلے کی تسلی بخش توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ اسلامی معاشرہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ ان بنیادوں کو سمجھنا ہو تو ہم اس کی پانچ بنیادیں قرار دے سکتے ہیں۔ یہ پانچوں بنیادیں سورۂ النساء کی پہلی عظیم الشان آیت میں موجود ہیں۔ ان کی مختصر تشریح سے پہلے دو باتیں سامنے رکھنی چاہئیں۔ پہلی یہ کہ جب انسانی معاشرے کا آغاز ہوا تھا تو اس وقت ایک ہی معاشرہ تھا وہی

انسانی معاشرہ بھی تھا اور وہی اسلامی معاشرہ بھی ۔ انسانی اور اسلامی معاشرے میں تفریق پیدا نہیں ہوئی تھی ، مگر اب اس وقت انسانی معاشروں میں اسی قدر تفریق پیدا ہو چکی ہے جس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ اس وقت دنیا میں بیسیوں قسم کے انسانی معاشرے موجود ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ہر معاشرہ اور اس کے مسائل اس معاشرے کے تصور حیات و کائنات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کوئی معاشرہ زندگی اور دنیا کے بارے میں جو عقیدہ رکھتا ہے اسی کے مطابق وہ معاشرہ بنتا اور تعمیر ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرہ اسی تصور حیات و کائنات پر مبنی ہے جس کا ذکر اسلام کے تعارف میں گزرا۔

پہلی بنیاد: وحدت الٰہ

اسلامی معاشرے کی پہلی بنیاد الٰہِ واحد پر سچا ایمان اور اس کا تقویٰ ہے۔ جو لوگ قرآن کریم کی تلاوت سمجھ کر کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلامی معاشرے کا کوئی مسئلہ ہو اس کو بیان کرنے سے پہلے یا درمیان میں یا اخیر میں اِتَّقُوا اللّٰہَ (اللہ سے ڈرتے رہو) یا اِتَّقُوا رَبَّکُمْ (اپنے رب سے ڈرتے رہو) کا حکم ضرور دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا تقویٰ ہی وہ برقی رَو ہے جس سے مومن کا دل روشن اور بیدار رہتا ہے اور یہی چیز اس کو اللہ تعالیٰ کی والہانہ اطاعت پر آمادہ رکھتی ہے۔ اوامر و احکام کی تعمیل اور منہیات و ممنوعات سے اجتناب اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو مومن کو انتہائی خوشی اور انتہائی غم کے موقع پر بھی اطاعت الٰہی سے منحرف نہیں ہونے دیتا۔ یہ غائب یا مضمحل ہو جائے تو مومن کے قلب کا بلب یا تو بجھ جاتا ہے یا اس کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔

دوسری بنیاد: وحدت آدم

اسلامی معاشرے کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ تمام انسان، جو روئے زمین پر پائے جاتے ہیں، سب ایک کنبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب کے سب ایک انسانی جوڑے آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ یہ بنیاد نسل و نسب کے غرور کو چور چور کر دیتی ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ تمام انسان ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں تو پھر نسل و نسب کا غرور حماقت کے سوا اور کیا ہے؟ انسان کی عزت و ذلت کا دار و مدار ایمان اور تقویٰ پر ہے نہ کہ کسی نسل یا نسب پر ـــ

آج نسل ونسب اور گورے رنگ کے غرور نے کیسا ہول ناک فساد برپا کر رکھا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان معاشرے میں بھی یہ حماقت گھس آئی ہے۔

تیسری بنیاد: عورت کی صحیح حیثیت

یہ تیسری بنیاد فی الواقع دوسری بنیاد کی ایک فرع ہے۔ مرد اور عورت کے جائز ملاپ سے خاندان وجود میں آتا ہے اور متعدد خاندانوں سے مل کر معاشرہ بنتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ مرد ہی کی جنس سے عورت کو پیدا کیا گیا ہے، عورت کی کوئی الگ جنس نہیں ہے۔ آدم ہی کی جنس سے حوا پیدا کی گئی تھیں، اس لیے عورت حقیر و ذلیل نہیں ہے۔ یہ شرف انسانیت میں مردوں کی برابر کی شریک ہے۔ یہ انسانی معاشرے میں بعض پہلوؤں سے عضو ضعیف تو ہے، لیکن عضو حقیر و ذلیل ہرگز نہیں ہے۔ عورت مرد ہی کی طرح محترم و معزز ہے اس کے حقیر و ذلیل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آج مسلم معاشرے میں بھی طرح طرح کی جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ اسی حقیقت کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہیں۔

چوتھی بنیاد: صلہ رحمی

اسلامی معاشرے کی چوتھی بنیاد یہ ہے کہ رشتے کے حقوق ادا کیے جائیں۔ بیٹا باپ کے حقوق ادا کرے اور باپ بیٹے کے حقوق، ماں بیٹی کے حقوق ادا کرے اور بیٹی ماں کے حقوق۔ شوہر بیوی کے حقوق ادا کرے اور بیوی شوہر کے ــــ غرض یہ کہ رحم کے تعلق سے جتنے رشتے وجود میں آتے ہیں۔ ان سب کے حقوق پوری طرح اور اچھی طرح ادا کیے جائیں۔ صلہ رحمی کے بیان، اس کی تشریح اور اس کے احکام سے قرآن کریم اور احادیث بھری ہوئی ہیں۔ صرف اسی موضوع پر ایک طویل مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ دین اسلام میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ جو اس کو جوڑتا ہے خدا اس سے جڑتا ہے اور جو اس کو کاٹتا ہے خدا اس سے کٹتا ہے۔

پانچویں بنیاد: اللہ کی نگرانی کا استحضار

یہ عقیدہ کہ ہر وقت اللہ اپنے بندوں اور ان کے تمام کاموں کی نگرانی کر رہا ہے۔ اسلامی معاشرے کی پانچویں بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ (النساء:۱)

”اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم باہم گر طالب مدد ہوتے ہو اور ڈرو قطع رحم سے۔ بے شک اللہ تمھاری نگرانی کر رہا ہے۔“

دیکھ لیجیے کہ اس ایک آیت میں وہ پانچوں بنیادیں موجود ہیں یا نہیں، جن کی طرف اوپر محض اشارے کیے گئے ہیں؟!

(۳) اسلامی معاشرے کی خصوصیات وامتیازات

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کن خصوصیات وامتیازات کا حامل ہوتا ہے؟ اس مقالے میں تفصیل سے اس پر گفتگو نہیں کی جاسکتی، تفصیل کے لیے سورۃ الانعام آیات ۱۵۱ تا ۱۵۴، سورۃ النحل آیت ۹۰، ۹۱ اور سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۲ تا ۳۹ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم یہاں چند خصوصیات وامتیازات کا ذکر کریں گے۔

پہلی خصوصیت

اسلامی معاشرہ کوئی ایسا خود مختار معاشرہ نہیں ہے کہ عوام وخواص مل کر جو چاہیں کریں، ان کی مرضی قانون کا درجہ رکھتی ہو، بلکہ وہ آئین خداوندی کا پابند معاشرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قوانین کو بدلنا تو دور کی بات ہے، کسی کو اس میں ترمیم کا حق بھی نہیں ہے۔ زندگی کا کوئی مسئلہ ہو اگر اللہ کی کتاب یا رسول اللہؐ کی سنت میں اس کا حکم یا فیصلہ موجود ہے تو اٹل ہے۔ یہ ایک ایسی بنیادی خصوصیت اور ایک ایسا جوہری امتیاز ہے جو کسی دوسرے معاشرے کو حاصل نہیں